دانا و بینا (Men of Wisdom) کون ہیں؟

ہستی وہ ہے جو ارادے اور اختیار کی مالک ہو۔ ارادہ مقصد سے بنتا ہے۔ اور مقصد سے پہلے لگن، محبت، شوق، خواہش ہوتی ہے اور خواہش ارادے میں جبھی ڈھلتی ہے جب ہستی اختیار کی مالک ہو وگرنہ خواہش محض خواب اور سراب ہے۔ ارادہ ظہور پذیر ہوتا ہے فعل اور عمل سے۔ فعل اور عمل کسی کے ہستی، شخصیت ہونے کا ثبوت ہے۔ اور جس کا فعل اور عمل نہیں وہ پابند تقدیر اور فطرت ہے۔ اور جو مادہ اور حیات پابند تقدیر و فطرت ہے اس میں محض حرکت ہے، ان میں عمل اور فعل کی صلاحیت نہیں۔ جس میں فعل اور عمل کی صلاحیت نہیں وہ خود مختار نہیں۔ قرآنِ مجید نے آسمانوں، زمین، سورج، چاند، ستارے، سیارے، مصابیح (Comets)، تمام مادی اشیاء، جامد حیات اشجار، متحرک حیات جانور، چوپائے، پرندے، درندے کیلئے لفظ ''فعل'' اور ''عمل'' استعمال نہیں کیا۔ جنہیں پیمانوں (قدر)، تقدیر (باہمی تناسب)، فطرت کی زنجیر میں جکڑ کر مغلوب اور مسخر کر دیا گیا ہو وہ فعل اور عمل نہیں کرتے بلکہ کام (امر، امور) سرانجام دیتے ہیں۔

وَأَوْحَىٰ فِي كُلِّ سَمَآءٍ أَمْرَهَا ''اور ہر آسمان کے ذمے اس کا کام وحی کر دیا'' (حوالہ فصلت۔۱۲)۔

انسان بھی اشیاء کو تخلیق کرتا ہے۔ اور وہ اشیاء مختلف امور کو سرانجام دیتی ہیں۔ ان اشیاء کے اعمال اور افعال نہیں ہوتے کیونکہ ان کی ''فطرت'' اور ''تقدیر'' کو طے کرنے کے بعد ہم انہیں وجود پذیر کرتے ہیں۔ ہم انہیں کام، امر (Task) دیتے ہیں اور اس کام کی انجام دہی ان کا عمل، فعل نہیں کہلاتا۔

عربی زبان کے الفاظ کو اردو/فارسی/انگریزی زبان کے الفاظ سے گڈمڈ کرنے کی وجہ سے تصورات (concepts) میں بھی الجھاؤ پیدا ہو جاتا ہے۔ کام، فِعْلَ اور عَمَلٌ کو مسلسل ایک دوسرے کیلئے استعمال کرنے سے ان کے مابین فرق کا تصور ہی ذہنوں سے مٹا دیا گیا ہے۔ اور یہ معمولی غلطی نہیں کیونکہ یہ تصورات اور حقیقتوں کی تلبیس کر دیتی ہے۔ سچ کو جھوٹ کے ساتھ گڈمڈ کر دیتی ہے۔ تصور اور حقیقت کے متعلق الجھاؤ پیدا کر دیتی ہے۔

علم ءَ ایۃ یعنی ظاہری علامت، شئے کا ہوتا ہے۔ ظاہر اور مشہود قابلِ تصدیق ہوتا ہے۔ مختلف آیات کا ''پیچھا'' کرتے ہوئے ان کی انفرادیت اور ان کے مابین باہمی ربط، تعلق (relationship)، فرق کو سمجھنا اور اس تعلق اور فرق سے پیدا ہونے والے نتیجے کو جاننا عقل کا کام ہے۔ علم کا ''پیچھا'' کیا جائے تو ''شعور'' ملتا ہے، علم کا ''پیچھا'' کیا جائے تو ادراک حاصل ہوتا ہے۔

شعور اور ادراک اشیاء کے مابین تعلق اور ان کی فطرت کا علم بن جاتا ہے۔ انسان کا تمام علم اشیاء کے باہمی ربط، تعلق، رشتے کا مرہون منت ہے۔ ہم اشیاء کے باہمی تعلق، رشتے سے ''حقیقتِ شئے'' کا ایک حد تک یعنی جزوی طور پر ادراک کرتے ہیں کہ یہ رشتہ ان اشیاء کی صفات کو ہم پر عیاں کرتا ہے۔ ہم کسی بھی شئے کی حقیقت کو مکمل اور حتمی طور پر کیسے جان سکتے ہیں جب ہم اس کے خالق ہی نہیں؟ یہ ہر انسان کا روزمرہ کا مشاہدہ ہے اور اس کے احساس اور تصور (perception) میں نمایاں بھی ہے چاہے اسے بیان کرنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو۔ اور انسان کا المیہ ملاحظہ ہو کہ بیسویں صدی کو لارڈ برٹرینڈ رسل سے منسوب کر دیا جو کہتے ہیں:

"We only know the relationship of things. We do not know the nat ure of things"

''ہم محض اشیاء کے مابین تعلق کو جانتے ہیں۔ ہم فطرت اشیاء کو نہیں جانتے''۔

یہ نکتہ کہ ''ہم محض اشیاء کے مابین تعلق کو جانتے ہیں'' ایک سطحی فکر کے انسان کو بھی معلوم ہے، اس میں کون سی حکیمانہ اور فلسفیانہ بات تھی؟ اور رسل کی بعد والی بات تو ویسے ہی غلط ہے کہ ''ہم فطرت اشیاء کو نہیں جانتے''۔ اشیاء کے مابین تعلق، رشتہ، نسبت ہی تو ان اشیاء کی فطرت کا اظہار ہے۔ اور اسی فطرت کو ہم اشیاء کی خصوصیات، صفات کا نام دیتے ہیں۔

شعور اور ادراک اشیاء کے مابین تعلق اور ان کی فطرت کا علم بن جاتا ہے۔ یہ ظَـٰهِرًا مِّنَ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا حیات دنیا کے ظاہر کا علم ہے۔ انسان لَا تَعْلَمُونَ شَيْـًٔا ''کسی بھی شئے کا علم نہیں رکھتا'' سے راسخ العلم کے مقام تک پہنچ گیا۔ سماعتوں اور بصارتوں سے جس کا من چاہے اسے حاصل کر لے کیونکہ اس میں سوائے محنت اور لگن کے اس وجہ سے کچھ اور نہیں چاہئے کہ دنیا کی ہر ءَايَةٍ بین، غیر متبدل اور مسخر ہے۔ کیا یہ منزل ہے؟

انسان کائنات کی وسعتوں میں جسمانی اور ذہنی طور پر گھومنے پھرنے کا ذوق و شوق رکھتا ہے۔ اکثریت کی یہ عادت شوق برائے شوق ہے۔ لیکن بعض ہر شئے کو جاننا چاہتے ہیں۔ کائنات کے ہر کونے کو کریدنا چاہتے ہیں کیونکہ اس میں اس حالت میں داخل ہوئے تھے کہ لَا تَعْلَمُونَ شَيْـًٔا ''کسی شئے کو نہیں جانتے''۔ لیکن اگر اس تاک جھانک سے ہمیں اس خوبصورت، مربوط اور منظم آفاق کی تخلیق کے مقصد کا ادراک نہ ہو سکے تو آفاق کی وسعتوں میں پنہاں تمام حقیقتوں کو جان لینا بھی بے معنی اور مفہوم سے عاری ہو گا اور گھما پھرا کر واپس اس نقطے پر ہمیں لے آئے گا جہاں سے تلاش علم کے سفر کا آغاز کیا تھا۔ تلاشِ علم و حقیقت کا مدعا اگر کائنات کو جاننے تک محدود ہو تو اس جستجو کی حقیقت ''آوارگی'' سے بڑھ کر کچھ بھی نہیں کہ یہ واپس اسی مقام پر لے آئے گی جہاں سے چلے تھے۔

ذَٰلِكَ مَبْلَغُهُم مِّنَ ٱلْعِلْمِ ''ان کے علم نے انہیں صرف یہاں تک پہنچایا ہے''

اور یوں منزل پر تو کبھی نہ پہنچ پائیں گے اور بہت کچھ جان کر بھی قلب اتنا ہی بے چین اور مضطرب ہو گا جتنا آغاز سفر پر تھا۔ منزل اور اطمینان قلب جبھی حاصل ہو گا اگر آفاق کے سربستہ رازوں اور وسعتوں میں جھانک کر ہم اس کے وجود کے مقصد کو پالیں۔

کائنات میں ہر شئے کا وجود ایک ارادے کی موجودگی پر مطلع کرتا ہے۔ ارادہ ہستی کا ہوتا ہے۔ اس طرح کائنات کی ہر شئے ایک ہستی کے وجود کی شہادت دیتی ہے۔ شئے کا وجود ارادے کو ظاہر کرتا ہے اور ارادہ مقصد کے تابع ہوتا ہے۔ اس طرح کائنات کی ہر شئے اظہارِ مقصد ہے۔ اور جب ہر شئے متعین فطرت اور تقدیر کی پابند ہو تو وہ خواہش و مرضی سے عاری، تابع فرمان اور تسخیر شدہ ہوتی ہے اور تفکر کرنے والوں کو اپنے وجود کے مقصد کا اظہار بھی کر دیتی ہے

وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِى ٱلْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ

''اور اس نے جو کچھ بھی آسمانوں میں ہے اور جو کچھ بھی زمین پر ہے اپنی طرف سے سب تمہارے لئے پابند (مسخر) کر دیا ہے

إِنَّ فِى ذَٰلِكَ لَءَايَٰتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ٥

بیشک اس میں ان لوگوں کیلئے جو تفکر کرتے ہیں کئی نکات (قابل توجہ نشانیاں) ہیں''۔

علم کی منتہا کیا ہے؟ مقصودِ شئے کو جاننا۔ کائنات کی ہر شئے فطرت اور تقدیر کی زنجیر میں جکڑ کر مسخر اور مجبور کر دی گئی ہے۔ کیا یہ فعل اپنے آپ میں ایک مقصد کہلا سکتا ہے؟ اگر یہ اپنے آپ میں مقصود تصور کیا جائے تو ایک لاچار، مجبور، مسخر کائنات بنانا قوت و غلبہ کے لامحدود ہونے کے اظہار کے لاحاصل مقصد کے سوا کچھ بھی نہیں۔ علم چونکہ ظاہر کا ہے اس لئے ہر سماعتوں اور بصارتوں والے کی پہنچ میں ہے۔ لیکن مقصودِ علم کیا ہے اور اسے پانے کا طریقہ کیا ہے؟ بتایا

يَعْلَمُونَ ظَٰهِرًا مِّنَ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ ٱلْءَاخِرَةِ هُمْ غَٰفِلُونَ ﴿٧﴾

''وہ حیات دنیا کے ظاہر میں سے کا علم تو رکھتے ہیں اور آخرت سے وہ غافل ہیں'' (الروم۔۷)

أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا۟ فِىٓ أَنفُسِهِم ''کیا وہ اپنے دل و دماغ میں تفکر نہیں کرتے؟'' (حوالہ الروم۔۸)۔

علم شئے کی حقیقت تک پہنچا سکتا ہے۔ مقصودِ شئے کو پانے کا ذریعہ تفکر ہے۔

راسخ العلم اور مفکر میں فرق کیا ہے؟

إِنَّ فِى خَلْقِ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ وَٱخْتِلَٰفِ ٱلَّيْلِ وَٱلنَّهَارِ

''بیشک آسمانوں اور زمین کی تخلیق، اور رات اور دن کے آگے پیچھے آنے، رات دن کے تغیر و تبدل میں''

لَءَايَٰتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ٥ ایسے لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں'' (حوالہ البقرۃ۔۱۶۴)

کائنات میں تعقل کرنے والے اس کی پنہاں حقیقتوں کو جان لیتے ہیں۔ یہ ظَـٰهِرًا مِّنَ ٱلۡحَيَوٰةِ ٱلدُّنۡيَا حیات دنیا کے ظاہر کا علم ہے۔ اور اسی حقیقت، علم کے متعلق سورۃ آلِ عمران میں انہی الفاظ میں بتایا

إِنَّ فِى خَلۡقِ ٱلسَّمَـٰوَٲتِ وَٱلۡأَرۡضِ وَٱخۡتِلَـٰفِ ٱلَّيۡلِ وَٱلنَّهَارِ

''بیشک آسمانوں اور زمین کی تخلیق، اور رات اور دن کے آگے پیچھے آنے، رات دن کے تغیر و تبدل میں

لَأَيَـٰتٍ لِّأُوْلِى ٱلۡأَلۡبَـٰبِ ۝ '' دانا و بینا لوگوں کیلئے نشانیاں ہیں ''

واضح ہوا کہ تعقل کرنے والے (یَعْقِلُونَ) اور أُوْلُواْ ٱلۡأَلۡبَـٰبِ کو ایک دوسرے سے متمیز کیا گیا ہے۔ یَعْقِلُونَ علم اشیاء، سائنس دان بنادے گا اور تفکر مقصد حیات سے آشنا کردے گا۔

أُوْلُواْ ٱلۡأَلۡبَـٰبِ کون ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے بتایا

وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّآ أُوْلُواْ ٱلۡأَلۡبَـٰبِ ۝

''اور نصیحت کوئی نہیں لیتا سوائے أُوْلُواْ ٱلۡأَلۡبَـٰبِ کے'' (حوالہ البقرۃ۔۲۶۹، آلِ عمران۔۷)

اور پھر یہ بات مثبت انداز بیان میں بتائی

إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُوْلُواْ ٱلۡأَلۡبَـٰبِ ۝ ''بیشک نصیحت تو صرف أُوْلُواْ ٱلۡأَلۡبَـٰبِ لیتے ہیں'' (حوالہ الرعد۱۹، الزمر۔۹)

اہل علم میں سے أُوْلُواْ ٱلۡأَلۡبَـٰبِ نصیحت کیوں لیتے ہیں؟ اس لئے کہ یہ وہ لوگ ہیں

ٱلَّذِينَ يَذۡكُرُونَ ٱللَّهَ ''جو اللہ کو یاد رکھتے ہیں

قِيَـٰمًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمۡ اٹھتے، بیٹھتے اور کروٹوں کے بل لیٹے ہوئے

وَيَتَفَكَّرُونَ فِى خَلۡقِ ٱلسَّمَـٰوَٲتِ وَٱلۡأَرۡضِ ''اور تفکر کرتے ہیں آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں''

أُوْلُواْ ٱلۡأَلۡبَـٰبِ یعنی دانا و بینا لوگوں کا وصف یہ ہے کہ يَتَفَكَّرُونَ ''تفکر کرتے ہیں''۔ تفکر عقل کو جذبات و خواہشات کی آمیزش سے پاک کرتا ہے۔ تفکر عقل کو جذبات و خواہشات کی دنیا پر حکمران بنادیتا ہے۔ تفکر انسان کو اس کے اصل مقام پر

پہنچا دیتا ہے کہ آسمانوں اور زمین کے متعلق پکار اٹھتے ہیں

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَٰذَا بَاطِلًا ''ہمارے رب! تو نے اسے بلا مقصد نہیں بنایا'' (حوالہ آلِ عمران ۔۱۹۱)۔

تفکر انسان کو سچائی اور حقیقت کی منزل پر لے جاتا ہے

وَمَا خَلَقْنَا ٱلسَّمَآءَ وَٱلْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا

''اور ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے یونہی بلا مقصد نہیں بنایا

ذَٰلِكَ ظَنُّ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ ایسا گمان تو کافروں کا ہے'' (حوالہ صٓ ۔۲۷)۔

تفکر انسان کو مقصد شئے کا ادراک عطا کرتا ہے۔اور مقصودِ شئے اسے اس شئے کے خالق سے متعارف کراتا ہے کہ مقصدِ شئے ارادے کا مظہر ہے جو صرف ہستی کا ہوتا ہے۔تفکر حقیقت تک لے جاتا ہے

هُوَ ٱلْأَوَّلُ وَٱلْءَاخِرُ وَٱلظَّٰهِرُ وَٱلْبَاطِنُ

''وہ اول ہے۔اور آخر بھی وہی ہے۔اور ظاہر ہے حالانکہ (تم سے) پنہاں ہے'' (حوالہ الحدید ۔۳)۔

ذات، ہستی کا ایک ظاہر ہے۔جس ہستی اور شئے کا ظاہر نہیں وہ موجود نہیں۔اور جو موجود نہیں اسے پایا نہیں جا سکتا۔اور اس اول موجود نے ہر شئے کو وجود دیا

هُوَ ٱللَّهُ ٱلْخَٰلِقُ ٱلْبَارِئُ ٱلْمُصَوِّرُ

''وہ اللہ ہے، خالق، عناصر کو الگ کرنے والا ہے، شکل کو متعین کرنے والا ہے'' (حوالہ الحشر ۔۲۴)

اللہ یکتا ہے کہ کوئی دوسرا عدم سے شئے کو تخلیق نہیں کر سکتا۔اور یہ تمام تخلیق کس کیلئے ہے؟ فرمایا

أَلَمْ تَرَوْا۟ أَنَّ ٱللَّهَ سَخَّرَ لَكُم مَّا فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِى ٱلْأَرْضِ

''کیا تم نے غور نہیں کیا کہ اللہ نے وہ سب جو آسمانوں میں اور جو زمین میں ہے تمہارے لئے پابند کر دیا ہے

وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُۥ ظَٰهِرَةً وَبَاطِنَةً

اور اپنی نعمتیں تمہیں بھرپور، کثرت اور فراوانی سے دیں ظاہری، کھلی، آشکارا اور پنہاں حالت میں؟'' (حوالہ لقمان ۔۲۰)

علم ظاہر سے باطن تک پہنچنے کا نام ہے۔ پھر اپنے خالق کا علم انسان کیسے حاصل کرے جب ایک عیاں حقیقت یہ بھی ہو:

لَّا تُدْرِكُهُ ٱلْأَبْصَـٰرُ وَهُوَ يُدْرِكُ ٱلْأَبْصَـٰرَ

''اسے بصارتیں نہیں پاسکتیں، مگر وہ بصارتوں کو پالیتا ہے'' (حوالہ الانعام۔۱۰۳)

ظاہر سے باطن، پنہاں کا علم اشیاء کے مابین تعلق، رشتے (relationship) کو دیکھنے اور جاننے سے ہوتا ہے۔ انسان کا علم ظاہر سے باطن کی جانب سفر کرتا ہے لیکن علم باطن سے ابتدا کر کے ظاہر کی جانب محوِ سفر نہیں ہوسکتا۔ یہ انسان کی بظاہر کمزوری اور محدودیت ہے لیکن حقیقت میں اس کے مخلوق ہونے کا یہ ثبوت ہے اور اس کا شرف بھی۔ خالق، اللہ رب العزت نے تخلیق شئے کے ذریعے اپنے پنہاں (باطن) کو ظاہر کر دیا کیونکہ اس کا ظاہر انسان کی بصارتوں کیلئے ظاہر نہیں بلکہ پنہاں ہے۔ شئے مخلوق کا وجود ظاہر ہوتا ہے اور اس کی حقیقت، باطن نگاہوں سے اوجھل ہوتا ہے اس لئے کسی بھی ظاہر مخلوق اور شئے (کائنات) کے باطن کو جاننے میں تشنگی کا عنصر ہمیشہ غالب رہے گا کہ مجاز سے حقیقتِ شئے اور ہستی تک نہیں پہنچا جاسکتا۔ لیکن جس موجود، ہستی کا باطن، پنہاں ظاہر ہو اس کے متعلق جاننے اور علم میں تشنگی کا عنصر قطعی طور پر موجود نہیں ہوتا۔ وہ ظاہر سے بھی زیادہ ظاہر ہوتا ہے پھر بھی مجاز نہیں ہوتا کیونکہ بصارت اس حقیقت کو پا نہیں سکتی اور اگر حقیقت مجاز میں آئے تو عام انسان کو سوائے التباس کے کچھ حاصل نہیں ہوسکتا کیونکہ انسان کا یقین ظاہر کو نہیں پنہاں کو جاننے کا محتاج ہے۔ ہماری محدودیت کا تو یہ عالم ہے کہ ہم تعارف اور پہچان کیلئے بھی تقابلی جائزے کے محتاج ہیں اور

لَيْسَ كَمِثْلِهِۦ شَىْءٌ ''اس کی مثال بیان کرنے کیلئے بھی کوئی شئے نہیں'' (حوالہ الشوریٰ۔۱۱)۔

تفکر مقصود شئے سے انسان کو حقیقت تک لے جاتا ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ ٱلْجِنَّ وَٱلْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴿٥٦﴾

''اور میں نے جن وانس کو صرف اس لئے تخلیق کیا ہے کہ میری مخلصانہ بندگی کریں'' (الذاریات۔۵٦)

سبحان اللہ! طاقت کے بل بوتے پر منوانا بھی کوئی ماننا ہے، یہ اظہار بندگی نہیں اظہار مجبوری و کمزوری کہلاتا ہے۔ تفکر کے نتیجے میں ماننا در حقیقت ماننا ہے کہ اس میں محبت، رضا و رغبت اور خلوص ہوتا ہے۔ اور کائنات کی تخلیق کی اس خواہش اور مقصد کی تکمیل میرے اور آپ کے آقا، آقائے نامدار ﷺ نے غارِ حرا کی تنہائیوں میں تفکر کر کے پوری کر دی تھی۔ تفکر کیلئے ماحول، اردگرد کی دنیا یہاں تک کہ اپنے دل و دماغ میں بسے علم و خواہشات کی قید کی زنجیر سے آزادی چاہئے۔ تفکر جستجوئے حقیقت ہے۔ اور آقائے نامدار ﷺ نے بن طلب کتاب عنائیت کئے جانے پر بھی فرمایا ''میرا جینا اور میرا مرنا اللہ رب العالمین کیلئے ہے''۔

بندگی اور شرک ظاہر اور باطن کی کشمکش ہے۔ تفکر اور تخیل کی منزلیں ہیں۔ انسان کا تضاد ہے۔ ایک جانب ظاہر کے باطن کی جستجو میں ہے

اور جس موجود کا باطن عیاں ہے اسے تسلیم کرنے میں پس وپیش اور لیت ولعل کرتا ہے۔ بندگی کا ظاہر عبادات اور أَحْسَنُ عَمَلًا (عمدہ عمل) ہے اور اس کا باطن تفکر اور اخلاص ہے۔ شرک کا ظاہر مجاز، مجسمہ، اصنام، تماثیل ہیں اور اس کا باطن تخیل اور کھوٹ۔

'تخیل' کا عربی زبان میں مادہ ''خ ی ل'' ہے۔ اَلْخَيَالُ اس لکڑی کے ڈھانچے (Scare Crow) کو کہتے ہیں جو کوؤں اور دوسرے جانوروں کیلئے اس خیال کو پیدا کرنے کا موجب ہوتا ہے کہ کھیت میں کوئی آدمی کھڑا ہے جس کی بناء پر وہ اس کھیت سے دور رہتے ہیں۔ کوے میں صلاحیت ہے کہ وہ زمین میں تازہ بوئے گئے بیج کو نکال سکتا ہے انسان کیلئے یہ تدبیر کا درجہ رکھتی ہے لیکن اس کی اصل تو کوے اور جانور کو دھوکا (Illusion) دینا ہے۔ یہ سحر کا ابتدائی مرحلہ ہے۔ اب اگر اسی اَلْخَيَالُ کو کوے اور جانور کے خیال میں کوئی متحرک (motion) بھی دکھا سکے تو یہ سحر مبین، واضح جادو کہلائے گا۔ اور یہ کوئی مشکل بات نہیں۔ ایک ترتیب سے آپ پچیس پچاس اسی طرح کے معمولی فرق سے بنائے گئے فریم زمین میں گاڑ دیں تو پہلے سے آخری فریم تک نگاہ پھرے گی تو کوے کو ایسا محسوس ہوگا جیسے وہ ''انسان'' چل یا بھاگ رہا ہے۔ سکرین پر کارٹون متحرک دکھائی دیتے ہیں۔ یہ فریب نظر ہے۔ آپ ساکت تصویریں دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ ایک سیکنڈ میں چوبیس فریم آپ دیکھتے ہیں اور محسوس کرتے ہیں کہ وہ شئے متحرک ہے۔ فلم دیکھتے ہوئے آپ ہیرو ہیروئین کو بانہوں میں بانہیں ڈالے تھرکتے ناچتے دیکھتے ہیں حالانکہ سکرین پر قطعی کوئی حرکت نہیں ہوتی، آپ محض ساکت تصویر دیکھ رہے ہوتے ہیں اور ہم اسے موشن پکچر کا نام دیتے ہیں حالانکہ پکچر میں موشن نہیں ہوتا، موشن آپ کے تخیل میں بنتا ہے۔ اس کو ہم فریب نظر (Illusion) کہتے ہیں۔ فرعون کے زمانے میں جب جادوگروں نے زمین پر اپنی رسیاں اور چھڑیاں پھینکیں تو ''سَحَرُوٓاْ أَعْيُنَ النَّاسِ''،''لوگوں کی آنکھوں کو سحر زدہ (فریب نظر میں مبتلا) کر دیا'' (حوالہ الاعراف ۱۱۶) ''يُخَيَّلُ إِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ أَنَّهَا تَسْعَىٰ''۔''اس کے خیال میں ڈالا جاتا تھا ان کے اپنے تخیل میں سے کہ جیسے وہ رینگ، دوڑ رہی ہیں'' (حوالہ طٰہٰ ۔۶۶)

تخیل کی پرواز سے باتیں نہ بنائی جائیں تو انسان اپنے آپ کو دھوکا نہیں دے سکتا کسی دوسرے کو کیا فریب دے گا۔ تخیل سے بنائی گئی باتیں دوسروں کو نہ سنائی جائیں تو انہیں بھی دھوکا نہیں دیا جا سکتا۔ ہماری کائنات کا سب سے پہلا فریب آدم علیہ السلام کے ساتھ ابلیس نے اسی انداز میں کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی درخت کے متعلق کہی گئی بات کے حوالے سے اپنے تخیل سے باتیں اختراع کر کے انہیں بتائی تھیں۔

انسان اگر علم کو محض اشیاء کے مابین تعلق اور ان کی فطرت کو جاننے کی خواہش تک محدود رکھے تو انسان اور جانور کے مابین فاصلہ مختصر سا دکھائی دے گا۔ یہ تو محض سماعت، بصارت اور کمتر درجے کی عقل کی صلاحیت ہے قلب ونفس کی نہیں۔ اور یہ انسان کو مجاز سے

آگے کہیں نہیں لے جاسکتی اور خواہش ابھارے گی بھی تو محض مجاز کی قید میں محبوس رہنے کی۔ انسان کو اشیاء کے مابین تعلق اور ان کی فطرت کا علم اگر تفکر پر ابھارے تو حقیقتِ شئے سے حقیقتؐ تک پہنچ پائے گا اور ''مجاز'' کی مجبوری اور قید سے آزاد ہوگا۔ میرے آقا نے انسان کو یہی ایک نصیحت فرمائی ہے

قُلْ إِنَّمَآ أَعِظُكُم بِوَٰحِدَةٍ ۖ أَن تَقُومُوا۟ لِلَّهِ مَثْنَىٰ وَفُرَٰدَىٰ ثُمَّ تَتَفَكَّرُوا۟

''آپ (ﷺ) فرمائیں ''میں تم لوگوں کو صرف ایک ہی نصیحت کرتا ہوں کہ تم اللہ کیلئے دو دو اور انفرادی طور پر کھڑے ہوجاؤ اور پھر سوچو، غور وفکر، تفکر کرو''۔

تفکر کی ابتدا وہاں سے ہوتی ہے جہاں فلسفیوں اور لارڈ برٹرینڈ رسل کا ذہن وتخیل کا سفر ختم ہوتا ہے کہ ان جیسے بعض لوگوں کو علم کی یہ معراج بتانے والا آسیب زدہ دکھائی دیتا ہے۔

مَا بِصَاحِبِكُم مِّن جِنَّةٍ ''(خبردار) تمہارے آقا کو سودا نہیں ہے'' (حوالہ سباء۔۴۶)

تَقُومُوا۟ لِلَّهِ تفکر کی حقیقت کو واضح کرتا ہے۔ ترجیحات، تعصب، خواہش، جذبہ، مفاد، اپنے رنگ، ترغیب، انس، محبت، نفرت، دوستی، دشمنی، اپنے جذبات واحساسات اور پہلے سے بنائے ہوئے تصورات کو بالائے طاق رکھ کر علم پر غور وفکر تفکر کی منزل ہے۔

تفکر اشیاء کے مابین تعلق اور فطرت اشیاء سے ان کے وجود کے مقصد اور حقیقتِ شئے سے حقیقتؐ تک پہنچادے گا۔ وگرنہ ہر لمحہ پھیلتے ہوئے آسمان اور سکڑتی ہوئی زمین کے کناروں سے نکلنا تو درکنار انہیں تصور میں بھی نہ دیکھ پائیں گے کہ بقول رسل ''ہم محض اشیاء کے مابین تعلق کو جانتے ہیں۔ ہم فطرت اشیاء کو نہیں جانتے''۔

علم شئے، ءَ ايَةٍ، مجاز کا ہے۔ اور حقیقتؐ تک رسائی پنہاں کو دیکھنے اور جاننے سے ہوتی ہے۔ اور شئے اور ہستی کے پنہاں کے ادراک کے بعد انسان بصارتوں کی محتاجی سے آزاد ہوجاتا ہے۔ آقائے نامدار ﷺ نے اپنے پنہاں کو عیاں فرمادیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

قُلْ إِنَّ صَلَاتِى وَنُسُكِى وَمَحْيَاىَ وَمَمَاتِى لِلَّهِ رَبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴿١٦٢﴾

''آپ (ﷺ) کہیں ''میری نماز، میرے اعمال، میرا جینا اور میرا مرنا، سارے جہانوں کے رب، اللہ کیلئے ہے'' (الانعام۔۱۶۲)۔

''میرا جینا اور میرا مرنا'' آخری سانس تک زندگی کا ایک ایک لمحہ ہے۔ یہ لمحے کس کے تابع ہیں؟

اَتَّبِعۡ مَآ أُوحِىَ إِلَيۡكَ مِن رَّبِّكَ

''آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کی اتباع کریں جو آپ کے رب کی جانب سے وحی کیا گیا ہے'' (حوالہ الانعام۔۱۰۶)

وَٱتَّبِعۡ مَا يُوحَىٰٓ إِلَيۡكَ ''اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کی اتباع کریں جو آپ کی طرف وحی کیا جاتا ہے'' (حوالہ یونس۔۱۰۹)

وَٱتَّبِعۡ مَا يُوحَىٰٓ إِلَيۡكَ مِن رَّبِّكَ

''اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کی اتباع کریں جو آپ کے رب کی طرف سے آپ کی طرف وحی کیا جاتا ہے'' (حوالہ الاحزاب۔۲)

فَإِذَا قَرَأۡنَـٰهُ فَٱتَّبِعۡ قُرۡءَانَهُۥ ﴿١٨﴾

''اور جب ہم اسے پڑھ دیں تو پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس پڑھے کی اتباع کریں'' (القیامۃ۔۱۸)

انسان کی زندگی کا مفہوم و مقصد کیا ہے؟ يَعۡبُدُونِ یعنی بندگی۔ اور یہ بندگی کیا ہے؟

آقائے نامدار، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہر مجسم آمد سے قبل یعنی انسان کی بصارتوں سے پنہاں تھے تو عیسیٰ علیہ السلام نے دنیا کو بتایا تھا کہ ان کے بعد فقط ایک رسول نے آنا ہے اَسۡمُهُۥٓ أَحۡمَدُ ''اسم جن کا احمد (معنی تعریف کرنے والا) ہے'' (حوالہ الصّف۔۶)

اور جب میرے آقا انسان کی بصارتوں سے پنہاں نہیں تو فرماتے ہیں ''میرا جینا اور میرا مرنا، سارے جہانوں کے رب، اللہ کیلئے ہے''۔ حیات طیبہ بندگی کی اوج ثریا ہے۔ میرے آقا کی حیات مبارکہ کے لمحے یوں ہیں

إِنۡ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰٓ إِلَىَّ

''میں صرف اس کی اتباع کرتا ہوں جو میری طرف وحی کیا جاتا ہے'' (حوالہ الانعام۔۵۰، یونس۔۱۵، الاحقاف۔۹)۔

قُلۡ إِنَّمَآ أَتَّبِعُ مَا يُوحَىٰٓ إِلَىَّ مِن رَّبِّى (حوالہ الاعراف۔۲۰۳)

''آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمائیں ''میں صرف اس کی اتباع کرتا ہوں جو میرے رب کی طرف سے میری جانب وحی کیا جاتا ہے''۔

قرآنِ مجید ءَ ايَةٍ پر مشتمل ہے جس کی اتباع آقائے نامدار رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کرتے ہیں۔ یہ وہ مقام ہے جہاں قرآنِ مجید آقائے نامدار رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں مجسم ہوتا ہے اور تحریر اور حیات باہم ایک محسوس ہوتے ہیں۔ اور علم ءَ ايَةٍ کا ہوتا ہے۔ ءَ ايَةٍ ظاہر اور مشہود ہے جو قابلِ تصدیق ہوتا ہے۔ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کا باطن، پنہاں انسان کیلئے ظاہر اور عیاں ہے۔ اور جس ہستی کا باطن، پنہاں ظاہر ہو اس کے متعلق جاننے اور علم میں تشنگی کا عنصر قطعی طور پر موجود نہیں ہوتا۔ وہ ظاہر سے بھی زیادہ ظاہر ہوتا ہے۔

وَٱعۡلَمُوٓاْ أَنَّ فِيكُمۡ رَسُولَ ٱللَّهِ ''اور تم لوگ جان لو کہ تمہارے درمیان اللہ کے رسول موجود ہیں' (حوالہ الحجرات۔۷)

لیکن ایک حقیقت تو یہ ہے

وَمَآ أَنتَ بِمُسۡمِعٖ مَّن فِي ٱلۡقُبُورِ ۝ ''مگر آپ (ﷺ) خود انہیں نہیں سنا سکتے جو قبروں میں ہیں''

إِنۡ أَنتَ إِلَّا نَذِيرٌ ﴿٢٣﴾ کہ آپ (ﷺ) تو صرف (زندوں کو) خبردار کرنے والے ہیں'' (حوالہ فاطر ۲۲۔۲۳)

اور یہ بھی فرمایا ''یہ قرآنِ مبین ہے

لِّيُنذِرَ مَن كَانَ حَيًّا '' تاکہ (آپ ﷺ) اسے جو زندہ ہے خبردار کریں'' (حوالہ یٰس ۔۶۹۔۷۰)۔

قرآنِ مجید ہمارے درمیان ہے تو آقائے نامدار ﷺ ہمارے درمیان ہیں۔ اور یہ احساس تو تبھی ہو سکتا ہے اگر ہم ''زندہ'' ہیں کیونکہ مردوں کو تو وہ سنا ہی نہیں سکتے۔ علم، ءَ ايَةٍ، کتاب میں ہے۔ اور علم کی منتہا یہ ہے کہ پنہاں جو ظاہر نہیں وہ بصارتوں میں عیاں ہو۔ اور یہ حیات کی مظہر ہے

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱسۡتَجِيبُواْ لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمۡ لِمَا يُحۡيِيكُمۡۖ

''اے وہ لوگو جو مانتے ہو! اللہ اور رسول کو جواب دو جب تمہیں اس بات کی طرف بلائے جو تمہیں حیات دے گی'' (حوالہ الانفال ۔۸)

علم کی منزل یہ ہے

يَعۡلَمُونَ ظَٰهِرٗا مِّنَ ٱلۡحَيَوٰةِ ٱلدُّنۡيَا وَهُمۡ عَنِ ٱلۡأٓخِرَةِ هُمۡ غَٰفِلُونَ ﴿٧﴾

''وہ حیات دنیا کے ظاہر میں سے کا علم تو رکھتے ہیں اور آخرت سے وہ غافل ہیں'' (الروم ۔۷)

یہ عدم تفکر کا نتیجہ ہے۔ اور آقائے نامدار ﷺ کی ایک نصیحت پر عمل حیات کی ضمانت ہے

وَإِنَّ ٱلدَّارَ ٱلۡأٓخِرَةَ لَهِيَ ٱلۡحَيَوَانُۚ ''اور بے شک آخرت کا گھر ہی اصل حیات ہے'' (حوالہ العنکبوت ۔۶۴)۔

ایسی حیات جسے موت نہیں، جسے بکھرنا نہیں۔ آقائے نامدار ﷺ پر درود و سلام ہے ہر لمحہ صبح و شام۔ الحمد لله

ایمان لانے والے دانا و بینا لوگوں نے قرآنِ مجید کو سن کر اس کی اطاعت کا وعدہ کیا لیکن ایک حقیقت یہ بھی ہے

وَإِذَا لَمۡ تَأۡتِهِم بِـَٔايَةٖ قَالُواْ لَوۡلَا ٱجۡتَبَيۡتَهَاۚ

''اور جب آپ ان کے پاس (قرآنِ مجید کی) کوئی آیت نہیں لاتے تو وہ کہتے ہیں ''آپ نے خود ہی اس کو کیوں جمع نہیں کر لیا؟''

ٱجۡتَبَيۡتَهَا ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر اور ''هَا'' ضمیر واحد مؤنث غائب اور معنیٰ ''تو نے اس کو چھانٹ لیا، پسند کر لیا، انتخاب کر لیا''

اس کا کا مادہ ''ج ب و(ی)'' ہے جس کے اصل معنی جمع کرنے یا جمع ہو جانے کے ہیں (تاج، محیط راغب) تالیف کرنا۔ ادھر اُدھر کی باتوں میں سے انتخاب کر کے اور انہیں یکجا کر کے آیت بنانے کیلئے جس صلاحیت نے معاونت کرنی اور بنیادی ذریعہ اور وسیلہ بننا ہے وہ یاداشت (Memory) میں محفوظ علم، باتیں، حدیثیں، روایتیں، واقعات ہیں۔ آپ ﷺ کا اُن لوگوں کو جواب کیا تھا؟

قُلْ إِنَّمَآ أَتَّبِعُ مَا يُوحَىٰٓ إِلَيَّ مِن رَّبِّي ۚ

''آپ (ﷺ) کہیں ''میں تو صرف اس کی اتباع کرتا ہوں جو میرے رب کی جانب سے میری طرف وحی کیا جاتا ہے

هَـٰذَا بَصَآئِرُ مِن رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۝

یہ تم لوگوں کے رب کی طرف سے بصیرت افروز پیغام ہے اور ماننے والے لوگوں کیلئے ہادی اور رحمت ہے'' (الاعراف۔۲۰۳)

اللہ تعالیٰ کے علاوہ انسانوں کی جانب سے حدیث، بات کیسے بنائی جاتی ہے؟ انسان لوگوں کو اپنے منہ کے قول کے ذریعے جس کسی حدیث کو سناتا یا تحریر میں لکھ کر دیتا ہے، اُس حدیث کو وہ بناتا کیسے ہے؟ انسان کی دنیا میں آمد پر یہ کیفیت ہوتی ہے

وَٱللَّهُ أَخْرَجَكُم مِّنۢ بُطُونِ أُمَّهَـٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُونَ شَيْـًٔا

''اور اللہ ہی نے تمہیں تمہاری ماؤں کے بطنوں سے اس حال میں خارج کیا کہ تم کسی شئے کا علم نہیں رکھتے تھے'' (حوالہ النحل۔۷۸)

دنیا میں آمد کے وقت انسان علم نہیں رکھتا لیکن واضح کیا کہ علم ''شئے'' کا ہوتا ہے۔ ''شئے'' بنیادی طور پر ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو وجود (dimensions) رکھتی ہے، جسے محسوس کیا جا سکے، جس کا ایک متعین اسم، نام ہے۔ ماں کے رحم سے جس کائنات میں قدم رکھنے کیلئے انسان کو خارج کیا گیا اس کے متعلق بتایا کہ اسے اُس کیلئے تخلیق اور مسخر کیا گیا ہے۔ اس بات کو انسان کیسے سمجھے اور مانے گا؟ اس حقیقت کا ادراک کیسے ہوتا ہے؟ وَجَعَلَ لَكُمُ ٱلسَّمْعَ وَٱلْأَبْصَـٰرَ وَٱلْأَفْـِٔدَةَ ۙ ''اور تمہارے لئے سماعت، بصارت اور دل و دماغ بنائے'' (حوالہ النحل۔۷۸ السجدہ۔۹، الملک۔۲۳)۔ علم کی ابتدا شئے کے اسم اور وجود سے مطلع ہونا ہے۔ اسم سے مطلع ہونے کیلئے سماعت ہے اور وجودِ شئے پر مطلع ہونے کیلئے بصارت۔ سماعت اور بصارت وہ صلاحیت ہے جو علم حاصل کرنے کا بنیادی ذریعہ اور وسیلہ ہیں اور ذہن و قلب سے علم پر غور و فکر کرنے سے راستے متعین کرنے یعنی ہدایت پانے کی راہ ہموار ہوتی ہے۔

انسان لَا تَعْلَمُونَ شَيْـًٔا ''کسی شئے کا علم نہیں رکھتا'' کے مقام سے بتدریج ابھرتے ہوئے سماعتوں اور بصارتوں کے ذریعے اسماء اور آیات یعنی علامتوں، نشانیوں، اشیاء، واقعات، حدیثوں کے متعلق معلومات کے ذخائر کو اپنی یاداشت میں محفوظ کرتا ہے اور پھر ان پر غور و فکر کر کے مختلف اصول اور نتائج اخذ کرتا ہے اور انہیں جس انداز میں ترتیب دے کر یاداشت میں جمع کرتا ہے ''انہیں ذہن سے نکال کر ان سے ملاقات کرنا'' تِلْقَآيِ نَفْسِيٓ ''میرا ادراک، میری بصیرت'' ہے۔

ہر انسان کی تِلۡقَآیِٕ نَفۡسِیٓ اس کے ذہن پر نقش وہ یادیں ہیں جو زندگی کے اُس مقام تک اس کی سماعتوں اور بصارتوں میں آئی تھیں اور جو اس کیلئے علم، ذھانت، دانائی، فہم، تجربہ، بصیرت کا باعث بنی تھیں۔ اور ذہن میں محفوظ ان یاداشتوں کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگالیں کہ اگر ان تک انسان کی رسائی نہ رہے تو کسی حدیث کو بیان کرنا اور دوسروں کو سنانا تو درکنار جوتے کا تسمہ بھی نہ باندھ سکے۔

وَمِنكُم مَّن يُرَدُّ إِلَىٰٓ أَرۡذَلِ ٱلۡعُمُرِ لِكَىۡ لَا يَعۡلَمَ بَعۡدَ عِلۡمٍ شَيۡـًٔاۚ (حوالہ النحل۔۷۰)

وَمِنكُم مَّن يُرَدُّ إِلَىٰٓ أَرۡذَلِ ٱلۡعُمُرِ لِكَيۡلَا يَعۡلَمَ مِنۢ بَعۡدِ عِلۡمٍ شَيۡـًٔاۚ (حوالہ الحج۔۵)

''اور تم میں سے کسی کو لوٹایا جاتا ہے نکمی، کمتر درجے کی مدت حیات کی جانب
تاکہ علم حاصل ہو جانے کے بعد کسی بھی شئے کا علم نہ جان سکے''

انسان لَا تَعۡلَمُونَ شَيۡـًٔا 'کسی شئے کا علم نہیں رکھتا' کے مقام سے سماعتوں میں آنے والے اسماء، حدیثوں اور نگاہوں میں آنے والی اشیاء، ظاہری علامتوں، نشانیوں (ان کیلئے عربی کا جامع لفظ ءَایَۃٍ ہے)، معلومات کو یاداشت میں محفوظ کرتے ہوئے زندگی کی ارتقائی منازل طے کرتا اور صاحب علم و بصیرت بنتا ہے۔ اور پھر خود اپنی جانب سے دوسروں کو حدیثیں بیان کرنے کے قابل ہوتا ہے کیونکہ عَلَّمَهُ ٱلۡبَيَانَ ﴿٤﴾ ''اسے علمِ بیان دیا'' (الرحمٰن۔۴)

کیا آقائے نامدار ﷺ نے انسان کو عطا کی گئی اس صلاحیت کو لوگوں کیلئے استعمال فرمایا تھا؟ قرآنِ مجید نے بتایا:

وَإِذَا لَمۡ تَأۡتِهِم بِـَٔايَةٍ قَالُواْ لَوۡلَا ٱجۡتَبَيۡتَهَاۚ

''اور جب آپ ان کے پاس (قرآنِ مجید کی) کوئی آیت نہیں لاتے تو وہ کہتے ہیں ''آپ نے خود ہی اس کو کیوں جمع نہیں کرلیا؟''

آپ ﷺ کا اُن لوگوں کو جواب کیا تھا؟

قُلۡ إِنَّمَآ أَتَّبِعُ مَا يُوحَىٰٓ إِلَىَّ مِن رَّبِّىۚ

''آپ (ﷺ) کہیں ''میں تو صرف اس کی اتباع کرتا ہوں جو میرے رب کی جانب سے میری طرف وحی کیا جاتا ہے''

زمان کے ہر دور میں انسان نازل کردہ کتاب سے فرار کا طالب رہا ہے۔ زمان میں لوگ تو نت نئی روایتیں اور حدیثیں بناتے ہی رہتے ہیں اور اُن کی کتاب سے بچنے کی خواہش اس قدر زیادہ ہوتی ہے کہ رسولِ کریم ﷺ سے یہ مطالبہ کرنے سے بھی نہیں شرماتے:

وَإِذَا تُتۡلَىٰ عَلَيۡهِمۡ ءَايَاتُنَا بَيِّنَـٰتٍۙ

''اور جب انہیں ہماری واضح آیتیں سنائی جاتی ہیں

قَالَ ٱلَّذِينَ لَا يَرۡجُونَ لِقَآءَنَا ٱئۡتِ بِقُرۡءَانٍ غَيۡرِ هَٰذَآ أَوۡ بَدِّلۡهُۚ

تو وہ لوگ جو ہمیں ملنے کی توقع نہیں رکھتے کہتے ہیں ''اِس قرآن کے غیر (علاوہ) کوئی قرآن لے آئیں یا اس قرآن کو بدل دیں''

اور آئیں اپنے آقا، آقائے نامدار ﷺ کے فرمان کو سنیں کہ بصر اور بصیرت کیا ہوتی ہے

قُلۡ مَا يَكُونُ لِيٓ أَنۡ أُبَدِّلَهُۥ مِن تِلۡقَآيِٕ نَفۡسِيٓۖ (حوالہ یونس۔۱۵)

''آپ ﷺ جواب میں فرمائیں ''مجھے روا نہیں کہ میں اپنی بصیرت وادراک (perception) سے اسے بدل دوں''

انسان اپنی یاداشتوں میں نقش معلومات، تجربات، حدیثوں اور روایتوں کی پیروی اور اتباع میں عمل کرتا ہے جن تمام کے صحیح اور حقیقت ہونے کا دعویٰ کوئی نہیں کر سکتا۔ رب العالمین کی قسم ہے کہ قرآنِ مجید کے نزول سے قبل بھی میرے آقا ﷺ کے قلب مبارک اور ذہن میں نقش مبارک زندگی کا ہر لمحہ صحیح، حقیقت، صادق اور امین ہے کہ ان کی عمر کی قسم اللہ رب العزت دیتا ہے لَعَمۡرُكَ ''آپ کی عمر کی قسم'' (حوالہ الحجر۔۷۲)۔ اور یہ یاد رہے کہ قسم صرف اعلیٰ اور ارفع کی دی جاتی ہے اور عمر پیدائش سے موت تک کا عرصہ ہے۔ لیکن وہ فرماتے ہیں

إِنۡ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰٓ إِلَيَّۖ

''میں تو صرف اس کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف (کتاب میں) وحی کیا جاتا ہے'' (حوالہ یونس۔۱۵)

قُل لَّوۡ شَآءَ ٱللَّهُ مَا تَلَوۡتُهُۥ عَلَيۡكُمۡ وَلَآ أَدۡرَىٰكُم بِهِۦۖ

''آپ (ﷺ) فرمائیں ''اگر اللہ چاہتا تو میں تمہیں یہ (قرآنِ مجید) نہ سناتا اور نہ وہ تمہیں اس کا ادراک ہونے دیتا

فَقَدۡ لَبِثۡتُ فِيكُمۡ عُمُرٗا مِّن قَبۡلِهِۦٓۚ

اس لئے کہ میں تو اس سے قبل ایک عمر تمہارے بیچ رہ چکا ہوں (اس وقت تو میں

نے تمہیں بین آیات نہیں سنائی تھیں) أَفَلَا تَعۡقِلُونَ ۝ کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے؟'' (حوالہ یونس۔۱۶)

انسان عقل وفکر سے کام لے تو احساس ہوگا کہ عام انسان جب کسی سے کلام کرتا ہے تو اس کا سبب اس کی یاداشت پر نقش مشاہدات، تجربات اور علم ہوتا ہے۔ آقائے نامدار ﷺ لوگوں کو سمجھا رہے ہیں کہ ایک طرف ان سے یہ مطالبہ کرتے ہو کہ اپنی بصیرت وادراک سے تمہیں آیتیں بنا دیں یا قرآنِ مجید بدل دیں لیکن اس نکتے پر غور وفکر کرنے کی اہمیت نہیں سمجھتے کہ ایک عمر تک انہوں نے ان سے یہ باتیں نہیں کہی تھیں اور ان کا اپنا مشاہدہ اور علم تھا کہ یہ باتیں آقائے نامدار ﷺ کی اپنی یاداشتوں پر مبنی نہیں ہیں۔ کاش کہ ہم بھی روایتوں کے سحر کو اپنی بصیرت اور ادراک سمجھنے کی بجائے آقائے نامدار ﷺ کے فرمان کو غور سے سن لیں

إِنۡ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰٓ إِلَيَّۖ ''میں تو صرف اسکی اتباع کرتا ہوں جو میری طرف وحی کیا جاتا ہے''

رسولِ کریم ﷺ سے لوگوں نے بظاہر باتیں تین کہی تھیں لیکن آپ ﷺ سے جواب ایک بات کا دلایا گیا ہے۔ لوگوں نے کہا تھا کہ آپ ﷺ کسی بات کا خود ہی انتخاب کرلیں، اِس قرآنِ مجید کے علاوہ کسی غیر قرآن کو لے آئیں یا اِس کو بدل دیں۔ تینوں باتوں کا مقصد اور نتیجہ ایک ہی ہے۔ لوگوں کو قرآنِ مجید میں بیان کردہ کے علاوہ باتوں/حدیثوں میں دلچسپی تھی۔ رسولِ کریم ﷺ کا دوٹوک جواب یہ ہے ''مجھے روانہیں کہ میں تِلْقَآئِ نَفْسِيٓ سے اس قرآنِ مجید کو بدل دوں''

اِدھر اُدھر کی باتوں میں سے انتخاب کرنے اور دنیا کی کسی بھی کتاب کی باتوں کو بدلنے کیلئے انسان کو تِلْقَآئِ نَفْسِيٓ ہی کا سہارا لینا پڑتا ہے چاہے یہ تبدل اُس کتاب کی اپنی زبان میں کیا جائے یا اُس کتاب کی باتوں کا دوسری زبانوں میں ترجمہ ومفہوم بیان کرتے ہوئے۔ ہرانسان کی تِلْقَآئِ نَفْسِيٓ اس کے ذہن پر نقش وہ یادیں، روایتیں، حدیثیں، باتیں، معلومات ہیں جو زندگی کے اُس مقام تک اس کی سماعتوں اور بصارتوں میں آئی تھیں اور جو اس کیلئے علم، ذھانت، دانائی، فہم، تجربہ، بصیرت کا باعث بنی تھیں۔ کسی بھی شخص کی تِلْقَآئِ نَفْسِيٓ ادراک وبصیرت کیسے بنتی ہے؟ تِلْقَآئِ میں تِلْقَآءَ کا مادہ 'ل ق ی' اور ''ی'' ضمیر مجرور متصل ہے واحد متکلم کیلئے آتی ہے۔ ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہونا لِقَاءَ ہے۔ ملاقات، کسی بات کا بصر یا بصیرت سے **(Perception)** ادراک کرلینا (جناب راغب)۔ نَفْسِيٓ کا مادہ ''ن ف س'' ہے اور انسانی شخصیت کے ظاہری اور باطنی پہلوؤں کے مجموعہ پر بولا جاتا ہے۔ نیز وہ توانائی جس سے تمیز کی صلاحیت، شعور اور احساس کی قوت، پیدا ہوتی ہے۔ علم اور قلب کے معنوں میں بھی آتا ہے (تاج وابن فارس)۔

ہر ذی حیات انسان کا ایک ظاہر ''بشر'' ہے اور ایک اس کا باطن۔ اس کا باطن تِلْقَآئِ نَفْسِيٓ ''میری بصیرت وادراک، علم'' ہے جسے اپنے ذہن سے نکال کر سینے میں ''ملاقات'' کرتا ہے اور پھر لوگوں کے سامنے اسے قولاً یا تحریراً بیان کرتا ہے۔ آقائے نامدار رسولِ کریم ﷺ کی بھی قرآنِ مجید کو لوگوں کو سنانے سے قبل تِلْقَآئِ نَفْسِيٓ ''میرا ادراک، میری بصیرت'' تھی لیکن آپ ﷺ نے واضح فرمادیا کہ اس صلاحیت کو استعمال کر کے وہ کسی بات (عربی میں حدیث) کو منتخب کر کے لوگوں کو نہیں بتاتے اور قرآنِ مجید کی کسی بات میں تبدل نہیں فرماتے بلکہ ''میں تو صرف اس کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کیا جاتا ہے''

ہرانسان کی تِلْقَآئِ نَفْسِيٓ ''میرا ادراک، میری بصیرت'' کے علاوہ ایک اور شئے بھی ہے جس کے زیر اثر لوگوں سے وہ

کوئی بات کہتا ہے۔اوروہ ہے خواہش، جذبہ، آرزو، ٱلۡهَوَىٰٓ ۔اس حوالے سے بھی آقائے نامدار ﷺ کے متعلق انسانیت کو واضح فرمایا

وَمَا يَنطِقُ عَنِ ٱلۡهَوَىٰٓ ۝٣

''اور نہ وہ اپنی خواہش (تخیل) سے لوگوں سے بات کرتے ہیں

إِنۡ هُوَ إِلَّا وَحۡيٞ يُوحَىٰ ۝٤

بیشک یہ (بات جو وہ بیان کر رہے ہیں) ایک وحی ہے جو کی جاتی ہے'' (سورۃ النجم۔۳۔۴)

اور آقائے نامدار رسولِ کریم ﷺ سے فرمایا کہ لوگوں کو بتائیں

قُلۡ مَآ أَسۡـَٔلُكُمۡ عَلَيۡهِ مِنۡ أَجۡرٖ وَمَآ أَنَا۠ مِنَ ٱلۡمُتَكَلِّفِينَ ۝٨٦

آپ (ﷺ) کہہ دیں''میں تم سے اس کی اجرت نہیں مانگتا اور میں ایسے کام کیلئے پابند کرنے والوں میں سے نہیں جو کسی پر گراں گزرے

إِنۡ هُوَ إِلَّا ذِكۡرٞ لِّلۡعَٰلَمِينَ ۝٨٧

یہ (قرآنِ مجید) تو جہان والوں کیلئے ایک ذکر، یاددہانی، نصیحت ہے'' (سورۃ ص۔۸۶۔۸۷)

انسانوں کی اکثریت دوسروں کو باتیں، حدیثیں، علم، واقعات بتانے کیلئے اُن سے اجرت کے طلبگار ہوتے ہیں۔بعض لوگوں کیلئے یہ بھی ایک روزگار ہے کہ لوگوں کو چکنی، چپڑی، مزاحیہ، مزیدار، پراسرار باتیں، حدیثیں، کہانیاں سناتے ہیں۔ آقائے نامدار ﷺ نے واضح فرمایا کہ جو باتیں لوگوں کو وہ سنا رہے ہیں اس کیلئے اُن سے کسی اجرت کے طلبگار نہیں اور نہ ان سے اس کا مطالبہ کر رہے ہیں۔

بصیرت افروز باتیں وہ ہیں جو حقیقت ہیں اور حقیقت کے مقام پر وہی بات فائز کہلا سکتی ہے جسے بیان کرنے والا خود خالق اور تمام علم پر محیط ہو۔بصارتوں کی وسعت بصیرت میں ڈھلتی ہے جس کیلئے بَصَآئِرُ درکار ہے۔ارشاد فرمایا:

قُلۡ هَٰذِهِۦ سَبِيلِيٓ أَدۡعُوٓاْ إِلَى ٱللَّهِۚ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا۠ وَمَنِ ٱتَّبَعَنِيۖ (حوالہ یوسف۔۱۰۸)

''آپ (ﷺ) کہہ دیں''یہ ہے میری راہ کہ میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں، بصیرت کی بنیاد پر، میں اور وہ جو میری اتباع کرتے ہیں''

آقائے نامدار ﷺ کی اتباع کرنے والوں کو ''بَصِيرَةٍ'' کیسے حاصل ہوتی ہے؟

قَدۡ جَآءَكُم بَصَآئِرُ مِن رَّبِّكُمۡۖ

(آپ ﷺ فرمائیں)''بیشک تمہارے رب کی طرف سے آنکھیں کھول دینے والا (قرآنِ مجید) آگیا ہے'' (حوالہ الانعام۔۱۰۴)

جَآءَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ بَصَآئِرُ کا مادہ ب ص ر ہے۔قوت بینائی (جس میں روشنی اور چمک کا پہلو ہوتا ہے)۔بصیر دیکھنے والے نیز دانا و بینا کو کہتے ہیں اور بصیرت قوت ادراک اور ذہانت وفطانت کو کہتے ہیں۔

نظر اور بصر میں فرق ہے۔نظر محدود ہے کہ شئے کا حجم کم ہو جائے یا شئے دور ہو جائے،زاویہ بدل جائے یا شئے کی حرکت کی رفتار روشنی کی رفتار سے بڑھ جائے تو شئے نظر سے معدوم ہو جاتی ہے۔لیکن بَصَآئِرُ کو تھام لیا جائے تو کائنات مسخر ہو کر پاؤں تلے آ جاتی ہے کہ اس کو تھامنے پر بصر کی آخری حد یہاں ختم ہوتی ہے

لَّا تُدۡرِكُهُ ٱلۡأَبۡصَـٰرُ وَهُوَ يُدۡرِكُ ٱلۡأَبۡصَـٰرَ

''اس تک بصارتیں پہنچ نہیں سکتیں (بصارتیں پیچھا نہیں کر سکتیں،اسے پا نہیں سکتیں)،مگر وہ بصارتوں کو پالیتا ہے''(حوالہ الانعام۔۱۰۳)

آقائے نامدار رسولِ کریم ﷺ پر درود و سلام ہے ہر لمحہ صبح و شام۔

سُبۡحَـٰنَ رَبِّكَ رَبِّ ٱلۡعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿١٨٠﴾

''پاک ہے تمہارا رب،عزت،غلبہ وقوت والا رب،اس سے جو (تخیلاتی باتیں) وہ بیان کرتے ہیں۔

وَسَلَـٰمٌ عَلَى ٱلۡمُرۡسَلِينَ ﴿١٨١﴾

اور سلام ہے رسولوں پر۔

وَٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ رَبِّ ٱلۡعَـٰلَمِينَ ﴿١٨٢﴾

اور تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جو رب العالمین ہے'' (الصافات ۱۸۰۔۱۸۲)